

بنی نوع انسان کا معلم اعظم

محمد صغیر حسن معصومی

تعلیم و تربیت سے افراد کی خفہ صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں اور ان کی متمیزانہ خصوصیات جلا پاتی ہیں۔ پیغمبر اسلام سے پہلے جتنے نبی، رسول اور مادی آئے ان کی تعلیم و تربیت کا دائرہ محدود تھا۔ بڑے بڑے دانشور، فلاسفر اور سائنسدان پیدا ہوئے اور اپنی معلومات سے دنیا کو روشن بنایا، مگر ان کی روشنی سے چند افراد یا محدود طبقہ کے لوگ ہی نفع اٹھا سکے۔ وہ کوئی ایسا معاشرہ پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے جو صدیوں تک عالم بھر کی اقوام پر اثر انداز رہا ہو۔ تاریخ عالم میں مسلم معاشرہ ہی ایک ایسا معاشرہ رونما ہوا جو اولین بار چاروں رنگ عالم پر صدیوں نہیں کم و بیش ہزار برس بلکہ اس سے بھی زیادہ چھایا رہا۔ آج بھی اگر دنیا کی اقوام کسی سے ہراساں ہیں تو وہ اسلامی معاشرہ سے، جس کے ابھرنے میں وہ اپنی موت سمجھتی ہیں۔

آج سے چودہ سو برس پیشتر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلم معاشرے کو تربیت دی۔ اور ہر شعبہ زندگی میں اس کو زورِ تعلیم سے آراستہ کیا۔ آپ نے مسلم معاشرے کو کسی خاص قوم، نسل، مقام، رنگ یا زبان کے ساتھ مختص نہیں کیا۔ بلکہ اس کو ایک عالمگیر معاشرہ قرار دیا جس کے سارے افراد ہر زمانے اور ہر خطہ ارضی میں بھائی بھائی اور ایک دوسرے کے برابر سمجھے جاتے ہیں۔ قیامت تک کے لئے اسلام کے نام لیوا مساوات کے علمبردار اور ایک اللہ (توحید) کے پوجنے والے اور ایک رسول کے ماننے والے ہیں جن کے بعد کوئی نبوت کا دعویدار نہیں بن سکتا۔ اور اسی لئے آپ نے تکمیلِ دین کا اعلان کیا اور قرآن حکیم کی تعلیم دی۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ (آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تعلیم دینا اے علمین سے بالکل جداگانہ تھا۔ جس کی کوئی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن لوگوں کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی حضور کے پاس آیا اور کہا۔ ایمان کیا ہے؟ حضور نے فرمایا:- ایمان یہ ہے کہ اللہ، اس کے فرشتوں کا تم یقین کرو، اس سے ملنے کا اور اس کے رسولوں کا یقین کرو اور قیامت یعنی مرنے کے بعد اٹھنے کا یقین کرو۔ اس نے پوچھا:- اسلام کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- اسلام یہ ہے کہ اللہ کی بندگی کرو۔ اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ، نماز ادا کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے مہینے کا روزہ رکھو۔ اس مرد نے پوچھا:- احسان کیا ہے؟ حضور نے فرمایا:- احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اللہ کو دیکھتے ہو۔ اگر تم نہیں دیکھتے تو یقین کرو کہ اللہ تم کو دیکھتا ہے۔ اس مرد نے پوچھا:- قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا:- اس کے بارے میں وہ شخص جس نے سوال کیا گیا ہے سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ البتہ اس کی علامتوں کی خبر میں تم کو دیتا ہوں۔ جب لوٹو اپنے آقا کو جنے، اور جب اونٹ چوپائے چرنے والے مکان بنانے میں ایک دوسرے سے بلند ہونے لگیں (نیز) قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ایک ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی۔ ان اللہ عنده علم الساعة وينزل الغيث، ويعلم ما في الارحام وما تدرى نفس ماذا تنكسب عدا وما تدرى نفس بماوى ارض تقوت، ان اللہ علیم خبیر (آخر سورۃ لقمان) بیشک اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور (کب) پانی برسے گا اور وہی جانتا ہے کہ رحم (مادر) میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کب لڑے گا۔ اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں مرے گا۔ بیشک اللہ علم والا اور خبر والا ہے۔ پھر وہ شخص (کسی طرف) چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مرد جبریل علیہ السلام تھے۔ اُنے تھے کہ لوگوں کو بتائیں کہ دین کیسے ہے۔ (ابن ماجہ - باب الایمان)

لا تاتوا نبوت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہایت دی جاتی ہے:- ان رہا لایاتون من اقطار الارض یتفقہون فی الدین فاستنصوا بہم خیرا (مشکوٰۃ) ”زمین کے اقطار سے لوگ تمہارے پاس دین سیکھنے کے لئے آئیں گے، تو ان کے ساتھ بھلائی کا سلوک کیجیو۔“

علم کے طلباء کے متعلق مسلمانوں کو یہ بتایا گیا: ۱۰۔ ان اعمال نکاتہ لتفیع اجتماعها رضی رطالب العلم (مشکوٰۃ) ”بیشک فرستے علم طلب کرنے والوں کے لئے اپنے بازو بچھاتے ہیں تاکہ ان کو راضی رکھیں“ حضورؐ کا یہ طریقہ تھا کہ کسی سے اگر کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو اس سے ہرگز سختی نہ برتنے بلکہ نرمی سے سمجھا دیتے تھے تاکہ دوبارہ اس غلطی کا ارتکاب نہ کرے۔ عن ابی ہریرۃ قال قاما علی بن ابی نبال فی المسجد فتمنا ولہ الناس فقال لہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعوا واھرقوا علی بولہ سحلا من ماء او ذنوبا من ماء اخرہ البخاری (ج ۱ ص ۲۵)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، فرمایا ایک اعرابی کھڑا ہوا اور مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے اس کو پکڑا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اس کو چھڑو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈرل پانی بہا دو“ غرض حضورؐ کی رحمۃ للعالمین کے طفیل اعرابی کی جان چھوٹی اور ناپاکی کے ازالے کی صورت کی تعلیم بھی آپؐ نے دے دی۔

مسجد نبویؐ میں ایک صفہ (چوتراہ) پھیروں کے نیچے حضورؐ نے اس لئے قائم کیا تھا کہ دور دور سے جو لوگ طلب علم کے لئے آتے ہیں انہیں اس میں ٹھہرایا جائے۔ اور تعلیم دی جائے۔ اس صفہ کے رہنے والوں کی خبر گیری مسلمانوں کے سپرد تھی۔ تاریخ اسلام کی اس پہلی درس گاہ میں مختلف اوقات میں کم بیش ستر اسی طلباء تک رہتے تھے۔ ان میں سے کچھ تو دن میں لکڑیاں جنگل سے لا کر بیچتے اور اپنا کام چلاتے تھے اور رات کو پڑھتے تھے۔ اصحاب ثروت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسا سے ان کی امداد بھی کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا ن لوگوں کے کھانے پینے کی نگرانی کرتے تھے۔ کوئی خراب و ناقص چیز ان لوگوں کے لئے بھیجی جاتی تھی تو آپؐ اس پر تنصص کا اظہار فرماتے تھے۔ بعض ممتاز طلبہ حضرت معاذ بن جبلؓ وغیرہ کے فرائض میں تھا کہ امداد کی اشیاء کی حفاظت کریں اور طلباء میں تقسیم کریں۔ یہ ساری باتیں احادیث کے مجموعوں میں منضبط ہیں۔

ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام لوگوں کو علم طلب کرنے والوں کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیتے ہیں، دوسری طرف اگر کسی طالب علم سے خطا سرزد ہو جاتی ہے تو اس پر سختی کا اظہار فرماتے ہیں۔ چنانچہ اسی صفہ کے ایک طالب علم کا انتقال ہوتا ہے۔ غسل کے وقت اسے ایک اشرفی نکلتی ہے۔ پیغمبرؐ کی زبان سے ”کیۃ من النار“ (راگ میں داغنے کا ایک آلہ) کی آواز

سن کر مجمع تھرا اٹھتا ہے کہتے ہیں دوسری دفعہ ایک اور طالب علم کی کمر سے دو انٹرنیاں برآمد ہوئیں۔ کیتان من النار (آگ میں داغنے کے واسطے) کی آواز لسان نبوت سے پھر سنی گئی۔ مطلب یہ کہ طلبا کو چاہئے کہ اپنی نگاہ بلند رکھیں۔ طلب علم کے ساتھ ہوس زر کا شکار نہ ہوں اور جو ایسا کرے گا اس کے متعلق فرمایا گیا کہ اس کا روپیہ آخرت میں کیتے من النار بن جائے گا یعنی اسی روپے سے بہنم میں داغا جائے گا۔

ایک طرف تو انا و تندرست آدمی سے کہا گیا ہے کہ بھیک اس کے لئے حرام ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں سے کہا گیا کہ مانگنے والوں کو بھڑکانا نہ چاہئے۔ مردوں سے کہا گیا عورتوں کو مسجد میں جانے سے نہ روکیں۔ عورتوں سے کہا گیا کہ ان کی ناز گھر میں مسجد کی ناز سے بہتر ہے۔ للفقراء الذين احصوا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یمسبھم الجاہل اغنیاء من التعفف تعرفون بسپاھم لا یسألون الناس الحافاً۔ ”سند قہ و خیرات کا استحقاق ان فقیروں کو ہے جو اللہ کی راہ میں گھر گئے ہیں۔ زمین میں چل پھر کر (معاش مہیا نہیں کر سکتے) جو نہیں جانتا وہ تو ان کو نکر سمجھتا ہے۔ کیونکہ وہ سوال کرنے سے بچتے ہیں۔ تم انہیں ان کی پیشانیوں سے پہچان سکتے ہو یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔

پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریق کار تبلیغ اور تعلیم و تربیت میں بھی وہی راجس کی طرف قرآن حکیم نے آپ کے رہنمائی کی۔ چنانچہ حکم خداوندی ہے :- ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ و جادلہم بالتقۃ احسن ط ان ربک ہوا علم بمن خسل عن سبیلہ و ہوا علم بالمہتدینے (النحل ۱۲۵ آخر سورت) اے پیغمبر آپ دعوت دیکھئے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف عقلمندی اور اچھی نصیحت کی باتوں کے ساتھ۔ اور ان سے اچھی حجت و دلیل کے ساتھ بات کیجئے (کہ وہ قائل ہو جائیں) بیشک آپ کا پروردگار ان لوگوں کو جانتا ہے جو اللہ کی راہ سے بھٹک گئے اور ان کو بھی جانتا ہے جو اللہ کی راہ پا گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سرزنش کا طریقہ بھی انوکھا تھا۔ عام طور پر بد لایقہ وقت لوگ حد سے تجاوز کرتے ہیں اور جی کھول کر اپنی بھڑاس نکالتے ہیں۔ حضور کا طریقہ یہ نہ تھا۔ بلکہ

آپ کا عمل بعینہ وہ تھا جس کی ہدایت قرآن پاک میں کی گئی ہے۔ دان عاقبتہم فعاقبوا بمثل ما عوقبتہم بہ ۛ ولئن سبرتم لہو فیہر للصلبرین (سورۃ النحل: آخر سورۃ) اور اگر تم لوگ سزا دینا چاہو تو ویسی ہی سزا دو جیسی سزا تم کو دی گئی اولا البتہ اگر صبر سے کام لو تو یہ ضرور صبر کرنے والوں کے لئے خیر و سعادت ہے۔

یوں تو آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ امت اور عالم انسانیت کے لئے درس آموز ہے۔ لیکن آپ کی سمانہ زندگی کا باقاعدہ آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جب آپ کو منصب نبوت تفویض کیا گیا اور آپ نے اپنے مشن کا آغاز کیا۔ زندگی کے چالیس سال گزرنے کے بعد غارِ حرا میں آپ پر یہ پی وحی نازل ہوئی۔ جس کی ابتداء پڑھنے کے حکم سے ہوتی ہے ”اقراء باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق اقراء وربک الاکرم الذی علّم بالقلم علّم الانسان ما لم یعلم۔“

وحی آنے پر آپ بر ملا توحید و رسالت کی تبلیغ کرنے لگے اور لوگوں کو اسلام کی تعلیم دینے لگے۔ اب آپ معلم اخلاق، معلم زہد و اتقا ہی نہیں تھے بلکہ معلم احکام الہی بھی تھے۔ دنیا کے سارے لوگوں کو خالص دین، ابراہیمی یعنی اسلام کی دعوت دینے لگے۔ آپ کے شیدائی اب بھی آپ کے شیدائی رہے۔ مکے کے سربراہان و اشخاص البتہ اس نئی دعوت میں اپنی توہین سمجھنے لگے اور انہوں نے آپ پر، آپ کے غریب و کمزور پیروکاروں پر ہر طرح کی سختی کی، یہاں تک کہ ان کی جان لینے کے درپے ہو گئے۔ نبوت کے بعد تیرہ سال کی مکی زندگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرزِ عمل سے صبر و رضا کے عظیم معلم ہونے کا ثبوت دیا۔ اپنے کمزور ساتھیوں کو حبشتہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن خود اہل مکہ کے ہر طرح کے مظالم بہتے رہے۔ آپ نے مکہ اس وقت چھوڑا جب کہ کفارِ مکہ آپ کو قتل کر دینے کے ارادے سے آپ کے گھر کو گھیرے میں لے کر آپ کے نکلنے کے منتظر تھے۔

ہجرت سے دو سال پیشتر یشرب میں نورِ اسلام پھیلنے لگا تھا۔ اہل یشرب کی تعلیم کے لئے آپ حضرت مصعب بن عمیر (ابن سعد ۲۲۰-۱۱۲) کو بھیج چکے تھے۔ اہل یشرب کی طرف سے مکہ ہونے پر آپ نے مکہ چھوڑا۔ مکے کے بہت سے مسلمان پہلے ہی حضور کی اجازت سے ہجرت کر چکے تھے

آپ نے یثرب پہنچتے ہی مہاجرین اور انصار میں اخوت اور بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا۔ یہ دینی اخوت خون کے رشتوں سے زیادہ مضبوط اور مؤثر ثابت ہوئی۔ اس طرح حضورؐ نے نظم و نسق اور تدبیر و حکمت کی تعلیم دی۔ تدبیر منزل کی تعلیم کے ساتھ یثرب کے یہود و نصاریٰ اور کچھ مشرکین کے ساتھ معاہدہ کیا۔ اس معاہدے میں جو میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہے تقریباً ایک دن دفعات ہیں اور ان کی رو سے آپ کو سربراہ تسلیم کیا گیا تھا۔ یہ ایک بے نظیر تعلیم حکمرانی و جہان بینی کی تھی۔ دوسرے ادیان و اقوام کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

مشرکین مکہ کی ریشہ دوانیوں کا جواب غزوة بدر و احد، غزوة احزاب و صلح حدیبیہ، غزوات سرایہ کی تنظیم و قیادت آپ کی بے مثال تنظیمی صلاحیت کی شاہد ہے۔ فتح مکہ اور قبائل عرب کا اسلام میں جوق در جوق داخل ہونا اور مسلمانوں کا عرب پر تسلط اور اعلاء کلمۃ الحق کی مزید تسلیح و اشتعال کی تکمیل آپ کی بے نظیر تعلیمات کا نتیجہ ہیں۔

پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہان بینی کے وہ اصول سکھائے جن کی نظیر قبل کے تاریخی زمانوں میں نہیں ملتی۔ آپ نے ملت اسلامیہ کو ایسی قوم بنایا، جس میں کسی ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر کوئی فوقیت نہیں۔ ہر جگہ کے مسلمان ایک دوسرے کے برابر اور قانون کے آگے ایک جیسے ہیں۔ کسی کو کسی پر تقویٰ کے سوا کسی دوسری وجہ سے فضیلت حاصل نہیں۔ ساری قوموں کو اور ان کے سارے افراد کو ایک خالق ایک پروردگار رب العالمین کے آگے سربسجود کیا۔ خود اپنے کو بھی قرآنی تعلیمات کا پابند اسی طرح رکھا جس طرح اپنی امت کے لوگوں کو اس کی پابندی کی تعلیم دی، بلکہ آپؐ نے خود احکام قرآنی پر عمل کر کے ایسا نمونہ پیش کیا کہ پوری قوم اور آنے والی قومیں آپؐ کو دیکھ کر ان احکام کے مطابق اپنے اعمال و عقائد کو درست کر سکیں۔

دنیاوی مال و جاہ کی آپؐ نے کبھی پرواہ نہ کی اور نہ اپنے اہل و عیال کے لئے غلام و لونڈی، مال و متاع کی زیادتی کو پسند کیا۔ سرداری و شاہی کے باوجود ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپؐ کے یہاں کبھی دو دن لگاتار چولہا نہیں جلا، اس لئے کہ آپؐ نے اپنے یہاں کبھی مال جمع نہ ہونے دیا اور جو کچھ آیا حاجت مندوں میں تقسیم فرما دیا۔ امارت کو آپؐ نے یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کبھی بڑائی اور فضیلت کا ذریعہ نہیں بنایا۔

نازِ جماعت کے لئے جس طرح ایک امام کی ضرورت ہے جس کی اطاعت سارے مقتدیوں پر فرض ہے، اسی طرح دنیاوی امور نیز دوسرے مسائل و مصالح کے لئے اپنے کو منظم کرنا اور امیر بنانا ضروری ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال لا یجمل لثلاثة فضر یكونون با رض خلاۃ الامراء علیہم اھدھم" (اخرجہ احمد - ج ۲ - ص ۱۷۷) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں کے لئے جو کسی وسیع سرزمین میں ہوں، نہیں حلال ہے مگر یہ کہ اپنے اوپر اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں۔ امام احمد نے اس حدیث کو ضبط کیا ہے۔

اسلام کے داعی نے سارے بشری امور کی تنظیم قائم کی اس طرح کہ ہر فرد بغير عبادت میں معاملات میں آپس کے لین دین میں اپنے خالق پروردگار سے رابطہ رکھتا ہے اور اس بنا پر اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہر طرح کے شر سے بچنے کی کوشش کرتا ہے جس معاشرے میں یہ نظریہ نہ ہو کہ ہر فرد بشر اپنے خالق سے تعلق رکھتا ہے، وہ معاشرہ ہر قسم کے استحصال کا شکار رہتا ہے اور اس معاشرے کے افراد کو آزادی حاصل نہیں ہوتی۔

پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے فرمان "و ساء ورھم فی الاصد" و "امرھم شوریٰ سینھم" کے مطابق ہر معاملے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ فرماتے تھے۔ ہر مائل بالغ کو مکلف قرار دیا گیا۔ ذمہ داری سمجھنے اور دوسرے کے حقوق پہچاننے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر فرد کو علم حاصل کرنے کی تاکید فرمائی۔ قرآن حکیم نے ابتداء ہی سے علم کی تحصیل کا حکم دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "طلب العلم فربما ینفع علی کل مسلم"۔ ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ یہ علم ظاہر ہے اس لئے ہے کہ ہر فرد کو امامت اور تبلیغ دین کے فرائض انجام دینے کی نوبت تقسیم ہو سکتی ہے۔

اسلام سے پہلے عورتوں کی حالت زار و زلوں تھی۔ عیسائیوں اور یہودیوں نیز ہندوؤں میں ان کا کوئی سماجی مقام نہیں تھا۔ ہر ماہ انہیں ان کے خاص دنوں میں اس طرح دور رکھا جاتا کہ گویا نجس العین ہیں۔ دوسری اقوام میں ان کے نام ان کے شوہروں کے ناموں میں گم ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی اپنی

انفرادی حیثیت صفر کے برابر سمجھی جاتی ہے۔ مہندوں میں اسلام کی روشنی پھیلنے سے پہلے عورتوں کو ان کے مردہ شوہروں کے ساتھ زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلی بار ان کو ان کے شایان شان قانونی حقوق دیئے۔ ترکے میں انہیں حصہ دار بنایا۔ ماں کی حیثیت سے، بیوی کی حیثیت سے، بیٹی کی حیثیت سے نیز بہن کی حیثیت سے ان کو وارث قرار دیا گیا۔ اسلام کے طلوع کے وقت تجارتی کاروبار کے مختلف طریقے رائج تھے۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام نے قرآن کی زبانی حکم دیا :- ”ابتغوا من فضل اللہ“ اللہ کا فضل یعنی تجارت سے رزق حاصل کرو۔ آپ نے تجارت کی ترغیب دی اور اس کے اصول بیان فرمائے۔ (۱) معاملات تجارت میں جانبین کا تعاون ضروری ہے۔ (۲) معاملہ میں جانبین کی رضامندی ضروری ہے۔ (۳) معاملہ کرنے والے معاملہ کی اہلیت رکھتے ہوں یعنی کم عقل بچے نہ ہوں اور نہ ان کے ساتھ زبردستی کی گئی ہو۔ (۴) معاملہ میں نہ دھوکہ نہون کسی قسم کی خیانت و معصیت۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے ایسے طریقے ممنوع قرار دیئے جن میں (۱) افزونی مال اور حصول نفع کا ایسا معاملہ ہو جس میں باہمی تعاون یا رضامندی مفقود ہو اور ایک جانب کا منہ دوسری جانب کے یقینی نقصان پر مبنی ہو۔ مثلاً جو (میسر) لائری اور سٹہ کے سارے انواع و اقسام (۲) مالی نوادہ حصول نفع کا وہ معاملہ جس میں جانبین میں سے کسی ایک جانب حقیقی رضائے نہ پائی جاتی ہو، مثلاً سود یا کسی اجیر (مزدور) کو اس کی محنت کے مقابلہ میں غیر واجبی اجرت دی جائے۔ (۳) ایسا کاروبار جو اسلام کی نگاہ میں ممنوع و معصیت ہو۔ مثلاً شراب، مردار، منشیات، اعضاء (مبت)، خنزیرہ وغیرہ کی خرید و فروخت یا ان اشیاء کی خرید و فروخت جو اپنی ذات میں نجس اور ناپاک ہوں۔ (۴) وہ معاملات جن میں جانبین میں عقد ہو جانے کے باوجود نزاع اور مناقشہ کی صورتیں باقی ہوں۔ پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارتی بدعنوانیوں مثلاً احتکار اور اکتنازی یعنی ذخیرہ اندوزی اور منافع غوری نیز چور بازاری اور ممنوع اشیاء کے کاروبار سے منع فرمایا ہے۔

تجارت کے علاوہ صنعت و حرفت کا حکم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں موجود ہے۔ حضرت خالد کہتے ہیں :- رسول اللہ سے پوچھا گیا کہ انسان کے لئے کسب معاش کا کون سا ذریعہ بہتر ہے؟ فرمایا دستکاری (ابن ماجہ) عن رافع بن رفاعہؓ دھانا عن کسب

الامة الاماء علمت بيدها وقال هكذا بالاصابعه عذو الخبير والغزل والفتش
(اختر جہ احمد والوداؤد) رافع بن رفاعہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع فرمایا امت
کی کمائی سے مگر وہ جس کو امت اپنے ہاتھوں لائے۔ آپ نے اپنی انگلیوں سے بتایا کہ اس طرح ،
یعنی روٹی پکانا ، کاتنا اور چھپائی کرنا ہے۔ احمد اور ابوداؤد نے روایت کی۔

تقسیم دولت کے مختلف طریقے اسلام میں اختیار کئے گئے ہیں۔ پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انفاق
کا حکم دیا، یعنی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کو ثواب بتایا۔ اسراف و تبذیر یعنی بے جا صرف اور
بیمعہ خرچ کرنے سے منع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مال داروں پر فرض کیا کہ اپنی پس انداز کی ہوئی رقم میں
سے سالانہ زکوٰۃ ادا کریں۔ وقتاً فوقتاً صدقات و خیرات دیں۔ پھر زکوٰۃ و صدقات کا مصرف
واضح کیا گیا۔

آفتاب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادات و معاملات کے علاوہ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے،
یہاں تک کہ فضلہ حاجت اور طہارت کے طریقے، آداب، تمیز، لباس و کلام کے آداب سب کچھ
سکھائے۔ کتاب الاداب میں یہ سارے آداب بالتفصیل احادیث کے مجموعوں میں منضبط ہیں۔ آپ
نے بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت کرنے کا حکم دیا۔ غرض ہادی برحق نے حیات انسانی کے ہر
گوشے کے متعلق ایسی تعلیم دی جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔